از مولانا غلام الرحمٰن صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ

مسئلہ قربانی اور بعض شبہات کا ازالہ

قربانی کے بارہ میں ہر سال تجدد پسند طبقہ کچھ نہ کچھ شوشے چھوڑتا رہتا ہے۔ پچھلے دنوں پروفیسر رفیع اللہ شہاب صاحب نے جو ایسی باتوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ انگریزی اخبارات میں کچھ شبہات اٹھائے جس کا جواب مولانا غلام الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے! (ادارہ)

چار قابل غور باتیں | زیر نظر مضمون جس میں قربانی کی شرعی حیثیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس میں چار باتیں قابلِ غور ہیں۔ سب سے پہلی بات حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا وہ عمل ہے جو امام شافعیؒ کی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ یہ دونوں حضرات قربانی نہیں کرتے تھے۔ دوسری بات بحوالہ بدایۃ المجتہد حضرت ابن عباس کا اثر ہے۔ کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے خادم عکرمہ کو دو درہم دے کر بازار سے گوشت منگا کر فرمایا کہ یہ ابنِ عباسؓ کی قربانی ہے۔

اور تیسری بات بحوالہ ابن حزم حضرت بلالؓ کا فرمان ہے کہ مرغ کی قربانی کی بجائے اس کے اخراجات کو ضرورت مند افراد پر تقسیم کرنے کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اور آخری بات علی ابن حسین کا قول ہے جو بحوالہ نیل الاوطار سے نقل کیا گیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی بنی ہاشم کا قبیلہ اپنی طرف سے کافی سمجھتا ہے اور کئی سالوں تک اپنی طرف سے قربانی کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

قربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں | ان چار باتوں کا جواب دینے سے قبل قربانی کی شرعی حیثیت قرآن و حدیث کی روشنی میں قربانی کی اہمیت کو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ واضح رہے کہ قربانی عبادات مالیہ میں سے ایک اہم عبادت ہے۔ قربانی کی یہ رسم زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے اور ہر ایک زمانہ میں کسی نہ کسی رنگ میں اسے مذہبی حیثیت دے کر ادا کی گئی ہے۔ قبل از نبوت جاہلیت کے دور میں دیگر عبادتوں کی طرح قربانی

بھی غیر اللہ کے نام دی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تقریباً ہر ایک مذہب میں آپ کو قربانی کا عنصر ضرور نظر آئے گا لیکن اسلام کا نظریۂ اضحیہ صرف ایک مذہبی رسم ہی نہیں بلکہ مواخات و ایثار، ہمدردی اور صلہ رحمی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے بلکہ قربانی میں سب سے زیادہ جو بات نمایاں ہے وہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی اس عظیم کارنامہ کی یادگار ہے جو انہوں نے دربارِ خداوندی میں پیش کیا تھا۔

صاحبِ مشکوٰۃ نے کتاب الاضحیہ میں حضرت زید بن ارقمؓ کی وساطت سے یہ روایت پیش کی ہے کہ ایک دفعہ صحابہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

قال سنة ابیکم ابراھیم علیہ السلام (الحدیث)

یعنی یہ تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک یادگار ہے۔ آپؐ نے خود بنفسِ نفیس مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدنی زندگی کے ہر ایک سال اس کارنامے کی تجدید کی ہے۔ صاحب مرقاۃ شارح مشکوٰۃ علامہ علی بن سلطان (۱۰۱۴ھ) محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ المعروف بملا علی قاری فرماتے ہیں:۔

ومما یدل علی الوجوب مواظبتہ علیہ الصلاۃ والسلام عشر سنین مدۃ اقامتہ بالمدینہ

ترجمہ۔ قربانی کا وجوب اور اہمیت پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی زندگی کے دس سال اس کو جاری رکھا۔

مرقاۃ المفاتیح جلد ثالث صد ۳۰۲

اور یہی وجہ ہے کہ اس سے چند سطور قبل اسی صفحہ پہ فرماتے ہیں:۔

وھی مشروعۃ فی اصل الشرع بالاجماع

یعنی قربانی کی مشروعیت امتِ مسلمہ کا ایک اتفاقی مسئلہ ہے اور کسی نے آج تک باوجودیکہ قربانی کے حکم میں اختلاف رہا ہے لیکن عدمِ جواز پہ قول نہیں کیا ہے۔ اور نہ کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ قربانی کو اسلام کے مخالف قرار دیدے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا فعل جس کو آپ نے اپنے دورِ نبوت کے اہم ترین حصہ میں جاری رکھ کر اس پہ مدنی زندگی میں دوام اور مواظبت کی ہے۔ صحابہ کرام کو قولی احادیث کی وساطت سے ترغیب دی ہے اور صحابہ کو کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی تحسین کی ہے۔ قربانی سے انکار یا اس کی حقیقت کو مسخ وہ شخص کر سکتا ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر منافقانہ اور

زنادقہ کی زندگی اختیار کرے۔ ورنہ ایک مسلمان بحیثیت مسلمان کبھی اس حقیقت کو پائمال نہیں کر سکتا۔

مفسرین وائمہ مجتہدین کی آراء | ائمہ اربعہ مجتہدین میں سے امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ اور احناف سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ ملاحظہ ہو شرح الصغیر جلد ثانی ص ۱۳۷۔ اور بحر الرائق جلد ثامن ص ۱۷۳۔ اور رئیس الائمہ سیدنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خاص شروط کی رعایت کے بعد واجب ہے۔ ملاحظہ ہو ہدایہ جلد رابع ص ۴۴۳

قربانی کی اہمیت دیگر دلائل کے علاوہ قرآن مجید کی اس آیت سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

مشہور تفسیر بحر المحیط میں جلد سادس ص ۵۲۰ پر اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

قال انس كان ينحر يوم الاضحى قبل الصلوٰة فامران يصلى و ينحر وقاله قتاده

یعنی اس سے قبل عید کے دن نماز سے قبل قربانی کی جاتی تھی۔ اس آیت میں خدا نے مسلمانوں سے فرمایا کہ نماز پڑھ کر بعد میں قربانی کی جائے۔

اور مشہور مفسر قرآن علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں اسی مقام پر لکھتے ہیں۔

والاكثرون على ان المراد بالنحر نحر الاضاحى واستدل به بعضهم على وجوب الاضحية۔ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس نحر سے مراد عید الاضحیٰ کی قربانی ہے اسی بنا پر بعض نے وجوب پر قول کیا ہے۔

اور قربانی میں اخلاص کا یہی پیغام خدا نے ایک دوسری جگہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ | ان آیات میں خطاب خاص سے ہرگز یہ وہم نہ کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ قربانی کی یہ اہمیت آپ کے ساتھ تہجد کی طرح خاص ہو۔ اور ممکن ہے کہ دوسری امت کے لئے اس کا درجہ وہی ہو جو تہجد کا ہے۔ کیونکہ جو امور آپؐ سے خاص تھے اور امت کے لئے ضروری نہیں تھے۔ آپؐ نے کبھی ان امور کے ترک پر کسی کو ملامت نہیں کی۔ بلکہ بسا اوقات اگر صحابہ کو ایسے امور پر مداومت کرتے ہوئے دیکھا

تو ان کو اس دوام اور اصرار پر ڈانٹا بھی ہے۔ لیکن قربانی کے مسئلہ پر بسا اوقات آپؐ نے اعادہ کا حکم دیا ہے مشکوٰۃ شریف کے کتاب الاضحیہ میں جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں عیدالاضحیہ کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا۔ نماز اور خطبہ کے اختتام کے بعد آپؐ جب مسجد سے باہر نکلے تو آپؐ نے گوشت دیکھا جس کی قربانی نماز عید سے قبل ہو چکی تھی۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ جس نے نماز عید سے قبل قربانی کی ہے وہ دوبارہ قربانی کرے۔

ظاہر بات ہے کہ قربانی اگر آپ کے ساتھ خاص ہوتی۔ تو آپ یہاں پر اعادہ کا حکم نہ فرماتے۔ اس اعادہ سے ایک دوسری بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ قربانی کی شریعت محمدیؐ میں کتنی اہمیت ہے کہ وقت مخصوص سے قبل قربانی کرنے پر اس کے اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے۔ جندب بن عبداللہ کی یہ حدیث متفق علیہ روایت ہے جس سے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تاہم اگر بعض کی طرف سے بعض احادیث پر کلام ہوا ہے تو وہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ ورنہ محدثین کے ہاں اس کو اعتبار نہیں دیا گیا۔ اس روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت جو اس سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہے ہمیں ملتی ہے۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجد سعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا۔	کہ جس نے باوجود طاقت اور استطاعت ہونے کے قربانی نہیں کی تو نماز عید پڑھنے کی زحمت نہ کرے۔

اگرچہ اس روایت کے ضعف پر ابن حزم نے المحلی کے صفحہ ۱۶ پر قول نقل کیا ہے۔ لیکن ان کا وہ رد بھی اجمالی ہے جس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس حدیث کو ساقط عن البحث قرار دیا جاتے۔ بلکہ خود علامہ ابن حزم مجبور ہو کر فرماتے ہیں۔

ولا خلاف فی کونہما من شرائع الدین (اوجز المسالک ج ۳ ص ۱۱۴)	پھر بھی اس کے شرائع دین ہونے میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔

اعتراضات سے جوابات | آمدم برسر مطلب۔ قربانی کی اہمیت واضح کرنے کے بعد اب ان چار باتوں کا جواب پیش خدمت ہے۔ سب سے پہلی بات حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا عمل ہے کہ ان دونوں حضرات نے عمر بھر کبھی قربانی نہیں کی۔ تو اس کا جواب ملا علی قاریؒ نے یہ دیا ہے۔

وفیہ انہ محمول علی انھما ما کان من اھل الوجوب
مرقاۃ جلد ثالث ص ۳۰۲

یعنی ان کے قربانی نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں پر عدم استطاعت کی وجہ سے قربانی واجب نہیں تھی۔

اور ان دونوں حضرات کا فقر و فاقہ اور غربت کی زندگی اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو مستند تاریخ کی روشنی میں ان حضرات کی زندگی دیکھیے۔ ورنہ اگر یہ ہوتا کہ باوجود واجب ہونے کے قربانی نہیں کرتے تھے۔ تو یہ دونوں حضرات قربانی کی سنتیت کے کیسے قائل تھے جب کہ ان کا عقیدہ تھا کہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہے اور سنت رسول ہے۔ ملاحظہ ہو۔

واکثر اھل العلم یرونھا سنۃ موکدۃ غیر واجبۃ روی ذلک عن ابی بکر وعمر وبلال وابی المسعود البدری۔

اکثر اہل علم کے نزدیک قربانی واجب نہیں ہے لیکن سنت موکدہ ہے۔ اور یہی ابوبکر و عمر و بلال سے مروی ہے۔ اوجز المسالک جلد رابع صہ ۲۱۴

اور بغیر رعایت شروط کے بھی کوئی قربانی کے وجوب کا قائل نہیں ہے۔

اور عبداللہ ابن عباس کا عمل جو بحوالہ ہدایۃ المجتہد نقل ہے کہ ابن عباسؓ دو روپے کا گوشت قربانی میں دیا کرتے تھے۔ تو یہ غالباً اس وقت کی بات ہے جس دور میں قربانی واجب نہیں تھی۔ ورنہ دوسری طرف حضرت ابن عباس سے باقاعدہ قربانی میں شرکت بھی مروی ہے:۔

عن ابن عباس کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی البقر سبعۃ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں عید کے موقع پر ہم نے آپ کے ساتھ مل کر سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔

(مشکوٰۃ جلد اول باب الاضحیہ فصل ثانی)

تو اگر دو درہم کی قربانی جائز اور عمل متواتر ہوتی تو اس میں باقاعدہ ۷ میں کیوں شریک ہوتے۔

اور ابن حزم کا قول جو حضرت بلال کے بارے میں منقول ہے کہ مرغ کی قربانی کی جگہ اس کی قیمت کو خیرات کرنے کو بہتر تصور کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچنے کے بعد قربانی کی حیثیت کو ہرگز متاثر نہیں کر سکتی۔ درحقیقت حضرت بلال کا مقصد دورِ جاہلیت کی رسم کی تردید ہے۔ دورِ دورِ جاہلیت میں جو لوگ قربانی کی استطاعت کی توفیق نہیں رکھتے تھے وہ مرغ کی قربانی کیا کرتے تھے۔

حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ اس جاہلیت کی قربانی سے مجھے یہ بہتر ہے کہ اس رقم کو تصدق کر دوں اور مرغ کی قربانی مجوسیوں کی رسومات میں سے ہے۔

وفی اصول التوحید للامام الصغار والنصیحۃ بالدیک والدجاجۃ فی ایام الاضحیۃ ممن لا اضحیۃ علیہ لاعسارہ تشبیھا بالمضحین مکروہ لانہ من رسوم المجوس۔ (فتاوی ہندیہ جلد خامس صد ۳۰۰)

یعنی قربانی کے دن جن پر عدم استطاعت کی وجہ قربانی واجب نہ ہو تو قربانی والوں سے مشابہت کے لئے مرغ یا مرغی کی قربانی کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس کی عادات اور رسوم میں سے ہے۔

ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے مخلص عاشق رسول اپنے آقا اور محبوب کے فعل سے کسی دوسرے فعل کو بہتر سمجھے۔

باقی رہا علی ابن حسین کا وہ قول جو بحوالہ نیل الاوطار سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی بنو ہاشم اپنی طرف سے کافی سمجھتے ہیں اور بنی ہاشم میں سے کسی شخص کو کئی سالوں تک اپنی طرف سے علیحدہ قربانی کی ضرورت پیش نہ آئی۔

علی ابن حسین کے اس اثر کا جواب خود نیل الاوطار علامہ شوکانیؒ نے دیا ہے۔ صاحب مضمون اگر اس حدیث سے ذرا ایک ورق آگے جاتے تو شاید اس اثر کا جواب ان پر ظاہر ہو جاتا۔ اسی نیل الاوطار کی جلد رابع صد ۲۴۲ پر فرماتے ہیں۔

فیکون قرینۃ علی ان تضحیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن غیر الواجدین من امتہ

آئندہ احادیث اس بات پر قرینہ ہے کہ آپ کی قربانی غربا اور غیر اہل کی طرف سے تھی۔

یعنی یہ قربانی ان لوگوں کی طرف سے کافی سمجھی جاتی تھی جو لوگ قربانی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کی کفایت اس دور سے خاص ہے اس کی کفایت تمام امت سے نہیں ہے اور ایک دور کے لوگوں پر عدم وجوب کا حکم دوسرے دور کے لوگوں کے لئے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ علی ابن حسین کی اس روایت میں اسی کفایت کے ذیل میں یہ الفاظ ہیں فمکثنا سنین اور یہ جواب بھی قاضی شوکانی نے اسی صفحہ پر دیا ہے مگر راجح پہلا جواب ہے کیونکہ روایت میں دعا کے وقت آپ نے فرمایا [illegible] ھذا عن من لم یضح من امتی جمیعاً من شھد لک بالتوحید وشھد لی بالبلاغ اس تمام امت کی طرف سے ہے جو تیری وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دے۔ جو تمام امت کے غربا کی طرف سے ہونے پر دال ہے۔